P. O. RGD. No. A 922

ہماری زبان

انجمن ترقی اُردو (ہند) علیگڈھ کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ دو آنے

سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۱۰	یکم ستمبر سنہ ۱۹۵۱ء	ایڈیٹر- قاضی عبدالغفار	۲۸ ذیقعدہ ۱۳۷۰ ہجری	نمبر ۳۱

پہلا قدم - اس کے بعد

مرکزی انجمن کے ایک وفد نے جس کی قیادت انجمن کے صدر ڈاکٹر ذاکر حسین خاں کر رہے تھے اُتر پردیش کے وزیر تعلیم سے ملاقات کی اور انہیں مدرسوں میں اُردو زبان کی تعلیم کے مسئلہ پر توجہ دلائی - وزیر تعلیم کے سامنے اُن بچوں کے دس ہزار سرپرستوں کی تحریری شکایتیں پیش کی گئیں جن کی مادری زبان اُردو ہے - اتر پردیش میں اس مسئلہ نے زیادہ تر ماتحت افسرانِ تعلیم کے طرزِ عمل کی وجہ سے بہت پیچیدہ صورت اختیار کر لی ہے اور یہہ ایک حقیقت ہے کہ اس معاملہ میں مرکزی اور صوبائی حکومتوں کی مسلمہ پالیسی کی خلاف ورزی کی جا رہی ہے - وزیر تعلیم نے وفد سے وعدہ کیا کہ وہ وفد کی شکایات پر توجہ فرمائینگے لیکن ابھی تک جو شکایتیں ہم تک پہنچ رہی ہیں اُن سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُن جائز شکایات کو رفع کرنے کے لئے جو وفد نے پیش کی تھیں ہنوز کوئی موثر کارروائی نہیں کی گئی ہے -

اس معاملہ میں عوام کے محسوسات کی نمائندگی کرنے کے لئے مرکزی انجمن کی شاخ لکھنؤ نے بہت محنت اور توجہ سے کام کیا اور دوسری شاخوں کے لئے ایک قابلِ تقلید مثال قایم کر دی - حقیقت یہہ ہے کہ اگر وقت کافی ہوتا اور وزیر تعلیم کو جلد سے جلد توجہ دلانا ضروری نہ ہوتا تو ہمیں یقین ہے کہ شاخ لکھنؤ کے کارکن دس ہزار کے بجائے ایک لاکھ دستخط بہ آسانی حاصل کر سکتے تھے - مرکزی انجمن کے وفد اور وزیر تعلیم سے اس کی ملاقات کی ضروری تفصیلات ہماری زبان کی گذشتہ اشاعتوں میں شایع ہو چکی ہیں - اب صرف یہہ انتظار ہے کہ انجمن کی اس جد و جہد کا کچھہ نتیجہ نکلتا بھی ہے یا نہیں -

لیکن اُتر پردیش میں جہاں وہ سب سے زیادہ خطرہ میں ہے اُردو کی حفاظت کا یہہ پہلا قدم آخری قدم نہیں ہے - اس کے بعد ایک بنیادی مسئلہ کے متعلق اہم تر اقدامات کا واسطہ صاف کر رہا ہے اور مرکزی انجمن چاہتی ہے کہ اُس کی تمام شاخیں اس کام کے لئے میدان

تیار کریں۔

پٹنہ کانفرنس کے صدر نے اپنے خطبہ صدارت میں دستور کی دفعہ ۳۴۷ کا ذکر کیا ہے اور ہم بھی اس بنیادی مسئلہ کی طرف چند اشارے کر چکے ہیں۔ اب ہمیں یہہ بتانا ہے کہ اس دفعہ کے تحت اردو زبان کے حامیوں کو جو حقوق حاصل ہیں اُن کو پوری طرح استعمال کرنے کی ضرورت ہے تاکہ اترپردیش میں ہمیشہ کے لئے اردو زبان کی حیثیت کا تصفیہ ہو جائے۔ اس دفعہ کے تحت اگر صدر کو یقین ہو جائے کہ کسی ریاست میں باشندوں کی ایک معقول (Substantial) تعداد کوئی ایک زبان بولتی ہے تو وہ اس زبان کو ایک علاقائی زبان قرار دے سکتے ہیں اور ایسا ہونے کے بعد علاقائی زبان کے تمام حقوق اُس زبان کو حاصل ہوسکتے ہیں۔ اب اگر انجمن کی شاخیں اپنے اپنے حلقہ اثر میں کسی ایسی درخواست پر تمام اردو بولنے والوں کے دستخط حاصل کرسکیں تو ہمیں یقین ہے کہ اترپردیش کے باشندوں کی اتنی (Substantial) تعداد صدر جمہوریہ کے روبرو پیش کی جاسکے گی جس کی عرضداشت کو وہ رد نہ فرماسکیں گے۔

مشکل یہہ آ پڑی ہے کہ ملک کے دستور میں اردو زبان کو ملک کی ۱۴ مسلمہ زبانوں میں شمار تو کیا گیا ہے لیکن ریاستوں کی حکومتیں اپنے اختیارات استعمال کر کے بے محابا دستور کی خلاف ورزی کر رہی ہیں۔ چونکہ تعلیمات کا شعبہ مرکزی نہیں بلکہ صوبائی ہے اس لئے ریاستوں کی حکومتوں کو ایسا کرنے کے مواقع حاصل ہیں۔ اور مرکزی حکومت اُن کی تعلیمی پالیسی میں کوئی مداخلت نہیں کرسکتی۔ اب جب تک کہ خود اردو زبان کے حامی اُن حقوق پر زور نہ دیں جو انہیں دستور کے تحت حاصل ہیں ریاستی حکومتوں کی تعلیمی اور لسانی پالیسی کو سیدھے راستے پر نہیں چلایا جاسکتا۔ لکھنوی شاخ نے جو پہلا قدم اُٹھایا ہے اس کے بعد ریاست کی تمام شاخوں کے لئے جلد سے جلد یہہ دوسرا قدم اُٹھانا ناگزیر ہے **ہم اس معاملہ میں انجمن کی تمام شاخوں کی رائے معلوم کرنا چاہتے ہیں**

اس معاملہ میں ایک اور پہلو بھی قابل توجہ ہے۔ بعض حلقوں میں کسی نہ کسی وجہ سے یہہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ مرکزی انجمن کا کام صرف یہہ ہے کہ وہ اردو زبان کی ترویج اور اشاعت کے لئے کتابیں شائع کرتی رہے اور کسی قسم کے عوامی پروپیگنڈے میں یا مخالف عناصر کے مقابلہ میں زبان کی حفاظت کے لئے اپنی قوت صرف کرنا اُسکا کام نہیں۔ حقیقت یہہ ہے کہ اگر بدلے ہوئے حالات کے تقاضے مجبور نہ کرتے تو مرکزی انجمن کا بڑا کام یہی ہوتا کہ اردو کا اچھا اور عام فہم لٹریچر کثرت کے ساتھہ ملک میں شائع کرتی اور عوام کی توجہ کو اردو زبان کی خوبیوں کی طرف مائل کرتی۔ انجمن کی سالانہ آمدنی بھی اب اتنی نہیں ہے کہ وہ لٹریچر کی اشاعت اور پروپیگنڈے کو بیک وقت پوری قوت سے جاری رکھہ سکے۔ اگر ایک ہی کام یعنی لٹریچر کی نشر و اشاعت میں مرکزی انجمن کا سارا سرمایا لگا دیا جاے تو ناکافی ہے۔ لیکن حالات مجبور کر رہے ہیں کہ نشر و اشاعت کے ساتھہ اردو زبان کی بنیادی مشکلات کو بھی رفع کرنے کی کوشش کی جائے۔ بعض حضرات کا یہہ خیال ہے کہ انجمن اپنی آمدنی کا زیادہ حصہ کتابوں کی اشاعت کے کام میں صرف نہ کر کے اپنا بنیادی فرض انجام نہیں دے رہی ہے۔ لیکن صورت حال یہہ ہے کہ جب گھر میں آگ لگی ہوئی ہو تو ہم اُس کے در و دیوار کی آرائش کے نقشے تیار کرنے میں مصروف نہیں رہ سکتے۔ اُس وقت تو اردو زبان کے لئے موت اور زیست کا سوال درپیش ہے اور موجودہ حالات نے اس سوال کو اسقدر پیچیدہ بنادیا ہے کہ اگر مرکزی انجمن صرف کتابیں لکھواتی اور چھاپتی

ذریعہ اپنی تنظیم کو مضبوط کر کے دوسرے خطرات کا مقابلہ کرنے کی تیاریاں نہ کرے تو وہ دیدہ و دانستہ اردو زبان کے مستقبل کو تاریک کر دے گی۔ یہی وجہ تھی کہ اترپردیش کے حالات کی پیچیدگی کا اندازہ کر کے انجمن کو اپنی شاخ لکھنو کے ذریعہ سے دس ہزار دستخط حاصل کر کے وزیر تعلیم کی خدمت میں وفد لیجانا پڑا۔ اس ابتدائی قدم کے بعد دوسرا قدم لازمی ہے اور جب تک ہم اردو زبان کی علاقائی حیثیت کو تسلیم نہ کرالیں ہمیں اپنی توجہ اور قوت کو ادب کی اشاعت اور تنظیمی پروپیگنڈے میں یکساں صرف کرنا ہوگا۔ **اردو زبان کو علاقائی زبان کی حیثیت سے تسلیم کرا کے موجودہ خطرات سے بچانے کا سوال بنیادی حیثیت سے ہمارے سامنے ہے۔** اور اس کو حل کیئے بغیر مرکزی انجمن محض دارالاشاعت اور مکتبہ کی حیثیت میں باقی جھگڑوں سے الگ تھلگ رہ کر اپنا فرض پوری طرح انجام نہیں دے سکتی۔ **ہماری شاخوں کو اس میدان میں تیار ہو کر جلد سے جلد کام شروع کرنا چاہئے** مرکزی انجمن سے عنقریب انکو مفصل ہدایات دی جائینگی۔

اسی سلسلہ میں **پھر ایک دفعہ ہم انجمن کی شاخوں کو یہہ بات یاد دلانا چاہتے ہیں کہ جن شاخوں نے ابھی تک مرکز سے اپنا الحاق نہیں کرایا ہے وہ نہ تو مرکزی انجمن کے نام سے کوئی کام کر سکتی ہیں نہ اس نام کو استعمال کر سکتی ہیں اور نہ مرکز سے کوئی مالی یا اخلاقی امداد حاصل کر سکتی ہیں۔** جمود اور بےعملی کو ختم کر دینے کا وقت آگیا ہے ورنہ اردو کی حمایت اور اردو زبان سے وابستگی کے دعوے فضول اور جھوٹے ہیں۔

ہلکے ہلکے اشارے

—— رائٹر نے خبر دی تھی کہ وزیر تعلیم مولانا آزاد نے یونیسکو کے اجلاس میں ھندی زبان میں تقریر کی اور ھندی زبان میں یہہ پہلی تقریر تھی جو یونسکو میں سنی گئی۔

—— ھمارے احباب غور نہیں کرتے کہ اردو زبان کس آسانی سے ھندی اور ھندستانی کے قالب میں ڈھل سکتی ہے۔ اور یہہ بات انہیں ناگوار ہے!!

—— حیدرآباد کے محکمہ اطلاعات نے اعلان کیا ہے کہ "حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ اسکولوں میں بین الاقوامی ھندسے اور ریاضی اور سائنس کے مضامین میں بین قومی (یعنی مغربی) ھندسے استعمال کئے جائیں"

—— ھماری حکومتیں مشکل سے یہہ آسان فیصلہ کر سکی ہیں کہ علمی اور سائنسی اصطلاحوں کو ھندیانے کے بعد ان مضامین کی تعلیم کس قدر دشوار ہو جائیگی اور مغربی علوم کی ترقی سے ھندستان کس قدر دور ہو جائے گا۔

—— سنا گیا ہے کہ حکومت ھند علمی اصطلاحوں کی ایک فرہنگ تیار کر رہی ہے جس میں ہمیں اندیشہ ہے کہ بعض بین الاقوامی اصطلاحوں کو ھندیانے کی کوشش کی جائے گی۔ یہہ ارادہ جسقدر کم تکمیل پاسکے اسی قدر ھمارے ملک کی علمی ترقی کے لئے زیادہ مفید ہوگا۔

—— قانون کے ھندیانے کا سلسلہ اتنا ہی دلچسپ ہے جتنا کہ طویل۔ گزشتہ اشاعت میں چند مثالیں "نظرافروز ناظرین کرام" کی گئی تھیں اب حیدرآباد سے خبر آئی ہے کہ وہاں سرکاری

دفاتر کے سائن بورڈ ہندی زبان میں لگائے جارہے ہیں۔ چنانچہ ڈائرکٹر جنرل سپرنٹنڈنٹ (مہتمم) پولیس کے دفتر پر جو بورڈ لگایا گیا ہے اس پر اُن کے عہدے کا ترجمہ اس طرح درج ہے کہ:-

"ادھک شک آرک شک"

ہم سے قسم لیجئے اگر ہم ان لفظوں کے ہم سے ذرا بھی لطف اندوز ہونے کے قابل ہوں! لیکن کچھ یہہ بات سمجھہ میں نہیں آتی ہے کہ اس ہندی کے ہونے القاب سے پولیس کا رعب ذرا گھٹ گیا؟! حیدرآباد کی آدھی سے زیادہ آبادی اس سائن بورڈ کو پڑھ کر مسکرائیگی!! مہتمم صاحب بہادر کے بجائے اب "ادھک شک آرک شک" مہاراج کا تصور کچھہ عجیب سا معلوم ہوگا! لیکن اسے کیا کیجئے کہ ہمارے نیتاؤں کو تو اپنے ملک کی آزادی بھی بہت عجیب سی سی معلوم ہو رہی ہے!!

.... بعض احباب کمال کرتے ہیں، کتاب ریویو کے لئے بھیجتے ہیں اور ریویو بھی خود ہی لکھہ کر "همرشتہ مرسل" فرما دیتے ہیں!۔ ان دوستوں کی آسانی کے لئے ہم یہہ تجویز پیش کرتے ہیں کہ وہ اپنی کتاب کا ایک نسخہ بھی ضایع نہ فرمائیں۔ کتاب کے بجائے اگر صرف ریویو لکھا لکھایا وصول ہو جائے تو کیا ہم اس کو "ایمان بالغیب" کی بنا پر شایع کرنے سے انکار کر دینگے؟

.... اخبار مدینہ کے نمایندے سے حضرت مولانا ابو الکلام آزاد نے فرمایا۔ بقول اخبار مدینہ:-

"آپ کے ہاتھہ میں قلم ہے اور آپ کے کے اوپر رائے عامہ کو تعمیر کرنے کی ذمہ داری ہے۔ یہہ ایک مشکل اور بڑا کام ہے۔ آج مسلمانوں کو متوازن دل و دماغ کی ضرورت ہے .... کسی وقت بھی ذہنی توازن کو ہاتھہ سے نہ جانے دیجئے .... اس وقت جذباتیت سے بچنے کی ضرورت ہے۔ اعتدال، توازن اور ذمہ دار صحافت مدینہ کی روایات میں سے ہے مجھے امید ہے کہ آپ ان روایات کو برقرار رکھینگے"۔

دیکھئے کب تک رہے

(از شاعر دکن سکندر علی وجد)

تیغ ہوس بے نیام دیکھئے کب تک رہے
روئے زمین لالہ فام دیکھئے کب تک رہے

جہل کے کنجشک و بوم باغ میں آزاد و شاد
مرغ خرد زیر دام دیکھئے کب تک رہے

مذہب و تہذیب کے فلسفۂ خام سے
شغل فریب عوام دیکھئے کب تک رہے

تربیت اهرمن مست مئے بیخودی
خلق خدا تشنہ کام دیکھئے کب تک رہے

اہل نظر کے لئے تحفۂ دار و رسن
ظلم کا یہہ انتظام دیکھئے کب تک رہے

نور سے محروم دن، رنگ سے محروم رات
یہہ روش صبح و شام دیکھئے کب تک رہے

آج دورا ہے پہ ہے قافلۂ زندگی
منزل حق چند گام دیکھئے کب تک رہے

مضطرب انسان کو امن میسر نہیں
کار جہاں ناتمام دیکھئے کب تک رہے

نغمۂ ساز حیات شور سلاسل میں گم
دہر میں آدم غلام دیکھئے کب تک رہے؟

انجمن کی خبریں

دھلی

ظفر ادیب صاحب سکریٹری انجمن ترقی اردو دھلی اطلاع دیتے ہیں کہ:-

انجمن ترقی اردو صوبہ دھلی کی پندرہ روزہ نشست ۴ اگست سنہ ۱۹۵۱ ع زیر صدارت رام پرکاش صاحب ساحر هوشیار پوری ایم اے

علی منزل کوچہ پنڈت دہلی میں منعقد ہوئی۔ جس میں جگن ناتھ آزاد فکر تونسوی، تریش کمار شاد، سرور تونسوی، برج لال رعنا، جکی، ظفر ادیب، عزیز وارثی، عشرت کرتپوری، بیگم انیس قدوائی، بیگم اختر آرا، محمد عتیق اسلم فیروز، قمر محمد خاں نے شرکت فرمائی۔ سب سے پہلے سکریٹری نے گذشتہ میٹنگ کی رپورٹ پڑھکر سنائی اس کے بعد پروگرام کے مطابق عزیز وارثی صاحب نے غزل پڑھی جس کو حاضرین نے کافی پسند کیا۔ عزیز صاحب کے بعد تریش کمار شاد نے نئی شاعری اور طوائف کے عنوان سے مقالہ پڑھا جس کو کافی سراہا گیا۔ شاد نے اپنے مقالہ میں نئے شعرا کے کلام سے مثالیں دیکر بتایا کہ سماج میں طوائف کی حیثیت کو اس دور کی شاعری میں کتنی زیادہ اہمیت دی گئی ہے، پہلے کی طرح اسے محبوبہ کے کردار میں گذمڈ نہیں ہونے دیا گیا بلکہ اس موضوع سے اس نظام کی خرابیوں کو واضح کیا گیا جس نظام کے تحت وہ اپنا جسم بیچنے پر مجبور ہوتی ہے۔ آپ کے بعد جگن ناتھ آزاد صاحب نے اپنی طویل نظم "پاکستان" کا آخری حصہ پڑھکر سنایا جس میں وطن سے بے پناہ عقیدت کے ساتھ اہل وطن کو مشورہ دیا گیا ہے کہ اس دور میں کسی ملک کا جمہوری ہونا ہی نہایت ضروری ہے

آخیر میں بیگم انیس قدوائی صاحب نے "اقبال اور عورت" کے عنوان سے ایک مقالہ پڑھا۔ انہوں نے بتایا کہ اقبال نے عورت کے موضوع کو کوئی اہمیت ہی نہیں دی بلکہ اس کی اضافی حیثیت کو تسلیم کرتے ہوئے ماں اور بیٹی کے سوا کچھ بھی نہیں سمجھا۔ آئندہ نشست ۲۶ اگست سنہ ۱۹۵۱ ع کو ہونی قرار پائی اور مندرجہ ذیل پروگرام طے ہوا۔

مقالہ	ظفر ادیب
نظم	مظفر ککوڑوی
غزل	گوپال متل
افسانہ	فکر تونسوی

علیگڈھ

۱۶ – اگست سنہ ۱۹۵۱ ع – انجمن ترقی اردو شاخ علی گڈھ کا ایک جلسہ جناب ایم ایم بشیر صاحب کے مکان پر ہوا۔ صدارت مرکزی انجمن کے جنرل سکریٹری جناب قاضی محمد عبدالغفار صاحب نے فرمائی۔

فرق کرہمی صاحب نے پچھلے جلسوں کی رپورٹ پیش کرتے ہوئے کہا کہ:

انجمن ترقی اردو شاخ علی گڈھ کے اراکین مرکزی انجمن کو یقین دلاتے ہیں کہ اس کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کریں گے۔ اراکین اردو زبان کی خدمت کو اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

ہم چاہتے ہیں کہ اکتوبر کے آخر یا نومبر کے شروع میں ایک شاندار ادبی اجتماع اور مشاعرہ کریں جو علی گڈھ کی روایتی شان کے شایان ہو۔

یہ بھی خیال ہے کہ اس موقع پر ضلع کے تمام حامیان اردو کو مدعو کیا جائے اور ضلع کی شاخ قائم کرکے پورے ضلع میں جہاں دو چار بھی اردو جاننے والے ہوں اردو کے مدرسے مکتب شبینہ اسکول اور لائبریری قائم کریں۔ نیز اردو کی ترویج و اشاعت اور اس کی حفاظت کے لئے مرکزی انجمن کی ہدایات پر ٹھوس کام شروع کریں۔

اس کے بعد جناب قاضی صاحب ممدوح نے فرمایا کہ:-

علی گڈھ کی شاخ کو قائم ہوئے عرصہ ہوگیا اور ابھی اس نے کوئی ٹھوس کام شروع نہیں کیا ہے۔ شاخوں کے متعلق مرکز کا اصول یہ ہے کہ جو شاخیں محض برائے نام ہوں اور کام نہ کریں ان کا ختم ہوجانا ہی بہتر ہے۔ اگر آپ صاحبان مستحکم ارادہ کرلیں کہ کچھ کام کرینگے تو مرکز ہر طرح آپ کی امداد کریگا۔ بنیادی اور ٹھوس کام صرف یہ ہے کہ آپ ضلع بھر میں اردو کے مکاتب اور مدارس قائم کرکے اردو پڑھنے لکھنے والوں کی تعداد

میں اضافہ کرتے رہیں۔ اگر یہہ کام نہ ہو تو مشاعرے اور جلسے بیکار ہیں۔ سرکاری مدارس میں اردو کی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے قاضی صاحب نے فرمایا کہ انجمن ان مشکلات کو رفع کرانے کی کوشش کر رہی ہے لیکن اردو کے حامیوں کو صرف سرکار کی امداد پر بھروسہ نہ کرنا چاہئے بلکہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا چاہئے۔ انگریزی حکومت نے ہمیں سکھایا تھا کہ ہر کام کے لئے حکومت سے بھیک مانگیں۔ اب وہ زمانہ گذر گیا۔ اب ہمیں انگریزوں کی سکھائی ہوئی عادتیں بھی چھوڑنی چاہئیں۔ پہلے ہمارے بچے سرکاری ملازمت کی امید میں سرکاری مدارس میں داخل کئے جاتے تھے، اب اس امید سے دست بردار ہو کر ہمیں اپنا کام خود کرنا چاہئے۔

آخر میں جناب حکیم آنند سروپ صاحب سہل صدر انجمن ترقی اردو شاخ علی گڈھ نے قاضی صاحب کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کرتے ہوئے زبان کے مسئلے پر بہت مفید اور کار آمد باتیں بتائیں۔

نامہ نگار

امروہہ

۲۰ اگست سنہ ۱۹۵۱ء بوقت ۶ بجے شام مرکز تعلیم امروہہ کی عمارت میں انجمن ترقی اردو کے سالانہ انتخابات بابت ۵۲-۱۹۵۱ء بتفصیل ذیل عمل میں آئے:-

جناب ماسٹر افتخار الحق صاحب دلبر عثمانی ایم اے، صدر۔ جناب ڈاکٹر نسیم احمد صاحب، نائب صدر۔ جناب محمد احسن حسین صاحب، جنرل سکریٹری۔ جناب مولوی وقار احمد صاحب کیفی، نائب سکریٹری۔ جناب مولوی عزیز احمد صاحب عباسی، نائب سکریٹری۔ مجلس عاملہ کے ۱۰ ممبران کا انتخاب کیا گیا۔

ہندی۔اردو کانفرنس

جمشید پور ۱۸ اگست۔ آل انڈیا ہندی اردو کانفرنس کا افتتاح آج یہاں شاہ محمد عمیر نے کیا جو صوبے کے پارلیمنٹری سکریٹری ہیں۔ یہہ بہار میں ہونے والی اپنی قسم کی پہلی کانفرنس ہے۔ کانفرنس کا مقصد ہندی اور اردو کے درمیان اتحاد کو بڑھانا اور ان کی آپس کی رقابت اور تعصب کو مٹانا ہے۔

کانفرنس میں دونوں زبانوں کے ممتاز شاعروں، مصنفوں، ڈرامانویسوں، ادبی نقادوں اور مختلف ادبی اور ثقافتی اداروں کے نمائندوں نے شرکت کی۔

کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے شاہ محمد عمیر نے کہا کہ برطانوی سامراجیوں کو ثقافتی رقابت اور زبان کے اختلافات کو ترقی دینے سے فائدہ پہونچتا تھا۔ اس پالیسی نے ہمارے ملے جلے کلچر کو نقصان پہونچایا اور افسوس ہے کہ آج بھی ملک میں ثقافتی اور لسانی تعصب کا پرچار کرنے والے موجود ہیں۔

تمام زبانوں کو آزادی کے ساتھہ ترقی کرنے کا موقع دینے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے موصوف نے کہا کہ اختلافات کا یہی سب سے اچھا علاج ہے اور ملا جلا کلچر پیدا کرنے کی یہی سب سے مستحکم بنیاد ہو سکتی ہے۔

انہوں نے کہا کہ ہندی چونکہ قومی زبان قرار دی گئی ہے اس لئے امید ہے کہ وہ ایسی وسیع بنیادوں پر قائم کی جائے گی کہ دوسری زبانوں میں اس کو دیکھہ کر حوصلہ پیدا ہوگا لیکن اس کے یہہ معنی نہیں ہیں کہ دوسری زبانیں اپنے کو تنہا محسوس کرنے لگیں اور ان کے ساتھہ سوتیلا پن برتا جائے۔

پاکستان میں گرفتاریاں

کلکتہ

کلکتہ کے ترقی پسند مصنفین نے اپنی ایک قرارداد میں حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا

ہے کہ وہ ترقی پسند ادیبوں کو رہا کرے یا اُن پر کھلی عدالت میں مقدمات چلانے قرار داد میں کہا گیا ہے کہ:-

"ہم لوگ مغربی بنگال کی انجمن ترقی پسند مصنفین اردو اور ہندی کے ممبران پاکستان میں ترقی پسند ادیبوں اور صحافیوں کی گرفتاری کے خلاف زبردست احتجاج کرتے ہیں۔ اور حکومت پاک سے آزادی اور جمہوریت کے نام پر ان گرفتار شدہ ادیبوں اور صحافیوں کی رہائی کا مطالبہ کرتے ہیں۔

ہم لوگ حکومت پاکستان سے انصاف اور جمہوریت کے نام پر مطالبہ کرتے ہیں کہ پاکستان کے ترقی پسند ادیبوں اور صحافیوں سجاد ظہیر، سبط حسن اور فیض احمد فیض پر کھلی عدالت میں مقدمہ چلائے۔ اور ان لوگوں کو اپنی قانونی مدافعت کا پورا پورا حق دیا جائے۔

ہم پاکستان کے ادیبوں اور صحافیوں سے خصوصاً اور تمام دنیا کے ادیبوں اور صحافیوں سے اپیل کرتے ہیں کہ پاکستان میں گرفتار شدہ تمام ادیبوں اور صحافیوں کی غیر مشروط رہائی کے لئے زبردست تحریک چلائیں"

ایک احتجاجی بیان

لکھنؤ ۱۶ اگست۔ یوم آزادی کے موقع پر اردو کی جو حق تلفی کی گئی ہے اور اس سلسلہ میں ریڈیو کے حکام نے اپنی جس تنگ نظری کا ثبوت دیا ہے اس کے بارے میں اردو کے مشہور شاعر آنند نرائن ملا اور اردو کے ترقی پسند نقاد سید احتشام حسین نے مندرجہ ذیل شایع کرایا ہے:-

"اردو ہندستان کی اہم زبانوں میں سے ہے اسے سب تسلیم کرتے ہیں۔ ہندستان کے دستور اساسی میں اس کی جگہ ہے اور یہہ حق اسے اس وجہ سے حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی خاص فرقے کی زبان ہے بلکہ اس لئے کہ اس نے ہندستان کی تہذیبی زندگی کی تعمیر میں اہم حصہ لیا ہے۔ جنگ آزادی کے جیتنے، جمہوری نصب العین پھیلانے، اور اتحاد کے جذبات کے بیدار کرنے میں اردو کا زبردست ہاتھہ رہا ہے لیکن یہہ دیکھہ کر دکھہ ہوتا ہے کہ فرقہ پرست جماعتوں کی طرف سے نہیں، خود مرکزی حکومت کی طرف سے ایسی بے عنوانیاں ہوتی ہیں جن سے عام اردو دوستوں کو تکلیف ہوتی ہے اور شکایت کا موقع ملتا ہے۔ گذشتہ ۱۵ اگست کے موقع پر اردو کا کوئی پروگرام ریڈیو اسٹیشنوں سے نشر نہیں کیا گیا، کیا اسے محض اتفاق پر محمول کیا جاسکتا ہے؟ وہ ریڈیو سٹ رکھنے والے جن کی مادری زبان اردو ہے۔ اس بات کا حق رکھتے ہیں کہ وہ اردو پروگراموں کا مطالبہ کریں اور خاص کر ایسے مواقع پر جب انہیں اپنی زبان کے ذریعہ سے اپنے جذبات کا اظہار بھی مقصود ہو"۔

ایک مشاعرہ

وارث نگر ضلع دربھنگہ میں ۱۵ اگست کو ایک غیر طرحی مشاعرہ زیر صدارت ظہیر الحق صاحب اسیر منیار پوری، جنرل سکریٹری "ادبستان" منعقد ہوا۔ یہہ مشاعرہ "ادبستان" کی طرف سے جشن آزادی کی خوشی کے موقع پر کیا گیا۔ شعراء کی تعداد کافی تھی۔ افتتاح حساس صاحب نے کیا خوشتر رامپوری۔ حساس منیار پوری اور اسیر صاحب منیار پوری کا کلام کافی مقبول ہوا۔ اسیر کی نظم "۱۵ اگست" بہت زیادہ پسند کی گئی

ہندستانی کانفرنس

حیدرآباد ۲۶ شہریور۔ "اردو جاننے والوں کو ہندی اور ہندی جاننے والوں کو فارسی رسم الخط اور فارسی رسم الخط جاننے والوں کو دیوناگری رسم الخط سیکھنا چاہئیے اس سے نہ صرف ہم زبان کے معاملہ میں متحد رہیں گے بلکہ ہمارا کلچر اس سے بلند ہو گا" یہہ وہ خیالات ہیں جن کا اظہار آج ہندوستانی کانفرنس کی سہ روزہ میقات

کی پہلی نشست کی صدارت کرتے ہوئے شری مرارجی ڈیسائی وزیر داخلہ حکومت بمبئی نے کی۔

جلسے نے یہ قرار داد منظور کی کہ "بھارت کی راشٹر بھاشا کے بارے میں بھارت کی ودھان سبھا نے جو ٹھیراؤ پاس کیا ہے اور جو ودھان کے اندر دفعہ ۳۴۳ سے دفعہ ۳۵۱ تک دیا گیا ہے اسے یہ کانفرنس دل سے مانتی ہے"۔ کانفرنس نے حیدرآباد کے سب رہنے والوں سے اپیل کی کہ وہ اس قرار داد کو تسلیم کریں اور بھارت ودھان کی اوپر لکھی ہوئی دفعات کے مطابق راشٹر بھاشا کو اپنا بنائیں کہ وہ ہند بھارت کے ملے جلے کلچر کو اپنے اندر سموئے۔ اس میں ہندوستان کے شبد روپ اور محاورے شامل رہیں گے اور جہاں ضروری ہو دوسری بھاشاؤں سے بھی وہ اپنے شبد بھنڈار کو مالا مال کرے گی۔ یہ کانفرنس ودھان کے اس ٹھیراؤ کو دیش کی ایکتا اور راشٹر بھاشا کے بناؤ سنگار کے لئے بہت ضروری مانتی ہے اور سارے ملک کے ہندی پریمیوں سے اپیل کرتی ہے کہ وہ ہندی کو کٹھن یا کسی ایک علاقہ کی بھاشا بنانے کی بجائے آسان ملی جلی بھاشا بنانے کی کوشش کریں"

گاندھی جی کیا چاہتے تھے

مسٹر بی رام کشن راؤ وزیر تعلیم حکومت حیدرآباد نے صدر جلسہ مسٹر مرارجی ڈیسائی کا تعارف کراتے ہوئے کانگریس کے اغراض و مقاصد بیان کئے۔ انہوں نے کہا کہ عوام اور صحافت میں کانفرنس کے تعلق سے بعض غلط فہمیاں پیدا ہو گئی تھیں اور سارے ہند کے لئے ایک مشترکہ زبان اور رسم الخط کے مسئلہ پر کئی خیال آرائیاں کی جاتی رہی ہیں۔ گاندھی جی ایک ایسی زبان پر زور دیتے آئے جو ہندو اور مسلمان اور دوسرے تمام طبقوں کے لئے قابل قبول ہو۔ انہوں نے اس زبان کو ہندوستانی کا نام دیا تھا جو دیوناگری اور عربی رسم الخط میں لکھی جائے۔ ہند کی دستور ساز اسمبلی نے رائے عامہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایسی قومی زبان کو منظور کیا جو ہر ایک کے لئے قابل فہم ہے۔

صدارتی تقریر

مسٹر مرارجی ڈیسائی نے اپنی صدارتی تقریر میں عام فہم اور سلیس زبان کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ زبان ایسی ہونی چاہئے کہ جس سے شہروں اور دیہات میں رہنے والے عوام بہ آسانی اپنے مافی الضمیر کو ادا کر سکیں۔ مسٹر ڈیسائی نے کہا کہ جن مصائب و دشواریوں سے ہم آج دوچار ہیں ان کی بنیادی وجوہ پر غور کرنا ضروری ہے۔ صرف ایک دوسرے پر تنقید سے ملک کی بھلائی نہیں ہو سکتی۔ ہم نے ہندوستان کو جس درجے پر پہونچانے کا عہد کیا تھا اس کے لئے باہمی اتحاد و تعاون بہت ضروری ہے۔ آگے چلکر مسٹر مرارجی ڈیسائی نے کہا کہ ہندوستانی صدیوں سے اس کے عادی رہے ہیں کہ وہ زیادہ باتیں کرتے ہیں اور عملاً کچھ کر کے نہیں دکھاتے۔ ہمارے ملک کی کمزوری اور غلامی کا یہ بھی ایک سبب ہے۔ آج بھی کسی اصول پر جم کر ہم اپنی ترقی کے لئے کچھ کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ مسٹر ڈیسائی نے کہا کہ قومی زبان کے معاملہ میں ہندوستان عجیب و غریب ملک ہے۔ یہاں متعدد زبانیں بولی اور سمجھی جاتی ہیں اور یہ دشواری متحدہ ہند کے لئے ایک بڑی رکاوٹ بنی رہی ہے۔ کانگریس نے اس خصوص میں غیر معمولی محنت کی لیکن آج یہ دیکھ کر دکھ ہوتا ہے کہ کانگریسی آج اپنی قومی زبان سے واقف نہیں ہیں۔ اپنی کارروائی کو چلانے کے لئے انہیں انگریزی زبان کا سہارا لینا پڑتا ہے۔

سلیس اور آسان

سلیس اور آسان زبان کی ضرورت ظاہر کرتے ہوئے شری مرارجی نے کہا کہ زبان کٹھن اور دشوار نہ ہونی چاہئے جس سے عوام اپنا مافی الضمیر

ادا نہ کر سکیں۔ ورنہ عام بیگانگی پیدا ہو گی۔ جب تک خود عوام زبان کی تبدیلی پر زور نہ دیں حکومت اس معاملہ میں بے بس ہے جس طرح ہم دوسری زبانوں میں جھگڑتے ہیں آج بھی زبان کا مسئلہ مابہ النزاع بنا ہوا ہے۔ مسٹر مرارجی نے کہا کہ میں ہندی کے دیوناگری رسم الخط پر ایمان رکھتا ہوں جبکہ مجلس دستور ساز نے ایک ہی رسم الخط کو قبول کیا ہے۔ تو ہمیں اس کی مخالفت نہیں کرنی چاہئے۔ ہمیں سنسکرت، عربی اور فارسی کے ادق الفاظ سے ہٹ کر عام فہم زبان اختیار کرنی چاہئے۔ اُردو جاننے والے ہندی سیکھیں، اور ہندی جاننے والے اُردو سیکھیں۔ اس سے ہمارا لسانی جھگڑا ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔ جبر کے ذریعہ کسی کام کو خیر و خوبی کے ساتھ انجام تک نہیں پہنچایا جا سکتا۔ مسٹر مرارجی نے کہا کہ دوسری زبانوں کے الفاظ کو ہندی میں عام کئے جانے میں تنگ دلی اور تعصب سے پرہیز کرنا چاہئے۔ دنیا کی کوئی زبان اپنے "اچھوت" ہونے کا دعوی نہیں کر سکتی۔ ہندی کی بنیاد سنسکرت ہے لیکن اس میں اُردو فارسی عربی اور انگریزی کے الفاظ بھی رائج ہیں۔ اور ان تمام زبانوں کے سلیس الفاظ کو زیادہ سے زیادہ ہمیں اپنی زبان میں لینا چاہئے کٹھن الفاظ کو ہمیں اس سے خارج کرنا چاہئے خواہ وہ سنسکرت کے ہوں یا عربی زبان کے۔ زبان کی ترویج کے لئے زیادہ سے زیادہ دوسری زبانوں سے استفادہ کرنا چاہئے۔

اپنے دیس کی خبریں

الدن ضلع میرٹھ

عزیز عالم صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ:- الدن ضلع میرٹھ میں نوجوانوں نے "ینگ پیپلز کلب" کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا ہے جس کے ماتحت چند شعبے ہیں جن میں ایک "پریم چند ریڈرس سرکل" بھی ہے اور ایک کتب خانہ بھی۔ اس کتب خانہ میں مختلف مذاق کی علمی، ادبی اور سیاسی کتابیں جمع کی گئی ہیں اور ملک کے قابل قدر اخبارات و رسائل بھی منگائے جاتے ہیں۔ نوجوانوں نے طے کیا ہے کہ کلب کی نگرانی میں انجمن ترقی اُردو ہند کی شاخ قائم کی جائے چنانچہ اس سلسلہ میں مرکزی انجمن سے خط و کتابت کی جا رہی ہے۔ ان نوجوانوں کا ایک خیال یہ بھی ہے کہ الدن میں ہندوستان کے مشہور شاعر مولانا عبدالباری آسی الدنی کی ایک یادگار قائم کی جائے اور اس سلسلہ میں ایک ادبی اجتماع اور مشاعرہ بھی کیا جائے اور مولانا آسی کے شاگردوں اور دوستوں کو مدعو کیا جائے جو مولانا کے ادبی اور علمی کارناموں پر روشنی ڈالیں۔

پٹنہ

صادق امام زیدی صاحب سکریٹری نشر و اشاعت حلقہ ادب مطلع کرتے ہیں کہ حلقہ ادب بہار شاخ پٹنہ کا ایک جلسہ ۴ اگست شام کے چھ بجے دفتر حلقہ ادب انجمن اسلامیہ ہال میں زیر صدارت جناب غلام سرور منعقد ہوا جلسہ کی عام کارروائیوں کے بعد سعید اختر صاحب سکریٹری حلقہ ادب پٹنہ نے گذشتہ کارروائیوں کی ایک رپورٹ پیش کی اسکے بعد نئے عہدہ داروں کا انتخاب عمل میں آیا اور مندرجہ ذیل حضرات بہ اتفاق رائے منتخب ہوئے۔

صدر - محمد التوحید صاحب، نائب صدر - صفی احمد۔ شہاب الدین محمد، جنرل سکریٹری - صادق امام، جوائنٹ سکریٹری - وصی احمد معین الدین، اسسٹنٹ سکریٹری - مظفر حسین،

سکریٹری نشر و اشاعت ـ صادق امام زیدی،
خازن ـ محمد وسیم ـ

اسکے بعد حلقہ ادب کی ترقی کے لئے ایک مستقل پروگرام بنایا گیا اور یہہ طے پایا کہ آئندہ نشست ۲۰ اگست کو چھہ بجے شام میں منعقد ہو ـ

ایٹہ

۱۵ اگست کو یوم آزادی کے سلسلے میں ایک کامیاب مشاعرہ ہوا جس کی صدارت مجسٹریٹ ضلع جناب اے ـ کے ـ سنگھہ صاحب نے فرمائی مقامی شعرا کے علاوہ باہر کے شعرا نے بھی شرکت کی اور اپنے کلام سنائے ـ

آخر میں جناب کلکٹر صاحب نے تمام صاحبان کا شکریہ ادا کیا ـ خصوصیت سے شعرائے علی گڈہ کا ـ

دھلی

یوم آزادی کی تقریب میں ۱۶ اگست کو اردو سبھا کے زیر اہتمام کانسٹی ٹیوشن کلب میں ایک شاندار مشاعرہ ہوا جسکے صدر پنڈت هردے ناتھہ کنزرو رکن پارلیمنٹ تھے ـ دھلی کے ممتاز شہری اور شعرا اس محفل میں شریک ہوئے ـ ممبران پارلیمنٹ کے علاوہ وزیر خوراک مسٹر منشی، شری شنکر پرشاد چیف کمشنر، شری رام صاحب مسٹر اسمعیل، هائی کمشنر پاکستان، ڈاکٹر ذاکر حسین خاں وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی، مولانا حفظ الرحمن صاحب اور دیگر معززین نے بھی شرکت فرمائی ـ جناب صدر نے اپنی افتتاحی تقریر میں اردو زبان کی هر دلعزیزی اور اردو ادب کی خوبیوں کا ذکر کیا اور اپیل کی کہ تمام هندستانیوں کو اسکے نشو ونما میں حصہ لینا چاهئیے ـ کنور مہندر سنگھہ بیدی نے مشاعرہ کا آغاز کیا اور ۱۰ بجے شب تک بہت پر لطف صحبت رہی ـ

(نامہ نگار)

نئی کتابیں

هفت رنگ

مصنف .... عرش ملسیانی

ناشر .... مرکز تصنیف و تالیف نکودر ضلع جالندھر

قیمت .... ایک روپئیے

هفت رنگ ـ پنڈت بال مکند عرش ملسیانی کا مجموعہ کلام ہے ـ عرش صاحب جوش ملسیانی کے لائق فرزند ہیں اور اس میں شک نہیں کہ ان کی شاعری میں بھی وہی پختگی اور کلاسیکی حلاوت ملتی ہے جو ان کے والد بزرگوار کا حصہ ہے ـ نظموں میں کہیں کہیں وہ حضرت جوش ملیح آبادی سے متاثر معلوم ہوتے ہیں مثال کے طور پر ان کی نظمیں "ای خرابات" "کل رات سے" "سہاگ کی بیوہ" "راز بقا" "اشرف المخلوقات" انداز فکر اور انداز بیان دونوں اعتبار سے جوش کے رنگ میں ہیں ـ لیکن ان کی غزلوں میں ان کا رنگ اپنی انفرادیت قائم کر لیتا ہے ـ

نہ ہوئے وہ شریک سوز نہاں
دل پہ دل کا چراغ جل نہ سکا

اشکوں میں سلگتی ہوئی امید تو دیکھو
باقی ہے اگر کوئی جلتے انہیں دیکھا

طے کر گیا جنوں مرا اک جست میں ابھی
حیرت سے مجھے کون و مکاں دیکھتے رہے

اس انتہا نے ترک محبت کے باوجود
ہم نے لیا ہے نام تمہارا کبھی کبھی

اسی مضمون کا ایک شعر کسی اور کا بھی نظر سے گزرا ہے

اے دوست میں نے ترک محبت کے باوجود
محسوس کی ہے تیری ضرورت کبھی کبھی

چھپائے ہیں راز جس مقام پر اب آن کے حیرتی
وہ خود کھڑے ہیں دیدۂ حیران لئے ہوئے

کرتا ہے فراہم کون نادان ٹکڑے دل کے آئینے کے
اب جوڑ کے اس کو کیا کرلے گا جو ٹوٹ گیا وہ ٹوٹ گیا

یہ کیا شانِ تغافل ہے کہ تم تو خندہ بر لب ہو
تمہارے چاہنے والوں سے رویا بھی نہیں جاتا

عرش تک دیکھئے پہنچے کہ نہ پہنچے کوئی
آہ کے ساتھ دعا بھی مری پرواز میں ہے

ان اشعار مثال میں پیش کرنے سے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ عرش صاحب کی اصل راہ یہی ہے ۔ اور اس میدان میں ان کے جوہر کھلتے ہیں ۔ نظموں میں نیا شعور پیدا کرنے کے لئے اس کڑے درد کو بھی اپنانا پڑے گا جو نئی نسل کا سب سے بڑا سرمایہ ہے ۔ اسی کڑے درد کو نہ اپنا سکنے کی وجہ سے ان نظموں پر رومانی انداز غالب آ گیا ہے جو ۱۹۴۰ ع سے پہلے تو پسندیدہ تھا لیکن اب اسکے دن ختم ہو چکے ہیں ۔ ویسے عرش صاحب کی نظم "جہل کی رات" بہت کامیاب ہے اور اس میں نئے شعور کی جھلکیاں بھی موجود ہیں لیکن بہ حیثیت مجموعی انہیں غزل گو کی حیثیت سے کامیابی حاصل ہوئی ہے ۔

عرش صاحب کے کلام میں خلوص، گرمی اور شعریت کے تمام اجزا بھی ملتے ہیں اس لئے ان کے کلام کا اثر دیرپا اور مستقل ہوتا ہے اور یہ ایک شاعر کے لئے اپنی منزل تک پہنچنے کے لئے بہت بڑا وسیلہ ہے ۔

کتاب پر حضرت جوش ملیح آبادی اور علامہ کیفی دہلوی کی رائیں بھی شامل ہیں ۔

مسلم یونیورسٹی گزٹ (علیگڈھ)

[نگران وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی ۔ ایڈیٹر خلیل الرحمن اعظمی ۔ چندہ سالانہ پانچ روپیہ] [illegible]

اس جدید پندرہ روزہ اخبار کی تین اشاعتیں ہمارے سامنے ہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلم یونیورسٹی کے لئے اس قسم کے ایک اخبار کی ضرورت بہت عرصہ سے محسوس کی جارہی تھی ۔ ہمیں خوشی ہے کہ بالآخر ایک ایسا پرچہ جاری کیا جاسکا ۔ مسلم یونیورسٹی کا جو تہذیبی اور تعلیمی تعلق تمام ملک سے ہے اسکا تقاضہ یہ تھا کہ اہل ملک کو یونیورسٹی کے حالات سے باخبر رکھنے کی کوئی ایسی تدبیر اختیار کی جاتی ۔ گزٹ کی تین اشاعتیں جو ہمارے سامنے ہیں بلحاظ مضامین و ترتیب صحافت کے سنجیدہ معیار پر پوری اترتی ہیں اور اس لئے ہمیں یقین ہے کہ وائس چانسلر صاحب کی نگرانی میں یونیورسٹی کا یہ اخبار اپنے مقاصد کو پورا کریگا اور عوام اور یونیورسٹی کے درمیان ایک ایسا ربط پیدا کریگا جو پچھلے چند سالوں میں غیر معمولی حالات کی وجہ سے بہت کمزور ہو گیا تھا ۔ مسلم یونیورسٹی کے لئے پہلے سے زیادہ اس وقت رائے عامہ کی تائید اور عوام کی امداد ضروری ہے تاکہ یہ قومی ادارہ ملک کے بدلے ہوئے حالات میں تعلیم کے اعلیٰ معیار کو قایم رکھ سکے اور اپنے طلبا میں وہ قدیم اسپرٹ پیدا کرسکے جو اس ادارے کو سیاسی کشمکش میں الجھا کر برباد کردی گئی تھی ۔ اب جبکہ وہ دور گذر چکا ہے مسلم یونیورسٹی کو نوجوان نسل کی زندگی کا ایک نیا نقشہ بنانا ہے اور اس کام میں آسے عوام کو پہلے سے زیادہ اپنی طرف متوجہ کرنا ہے ۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے ایک مفید اور موثر طریقہ یہ بھی تھا کہ مسلم یونیورسٹی کا اخبار رائے عامہ سے ربط قایم رکھے ۔

ہم اپنی برادری میں اس نئے شریک کار کا خیر مقدم کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ ملک کے وہ لاکھوں افراد جو یا تو یونیورسٹی کے تعلیم

یافتہ ہیں یا آسکی روایات سے دلچسپی رکھتے ہیں اور ایک قومی ادارے کی حیثیت سے آسکے خیر طلب ہیں اس اخبار کو خریدینگے اور آسکی اشاعت کی توسیع میں کوشاں ہونگے۔

شان ہند

ملنے کا پتہ شان ہند - نمبر ۲۱۲ - چاندنی چوک - دہلی

قیمت سالانہ ساڑھے آٹھ روپئے -)

شان ہند ماہانہ رسالہ ہے - اس کے ایڈیٹر سرور تونسوی صاحب ہیں - جو رسالے کی ترتیب اور تہذیب میں محنت اور سلیقے سے کام لیتے ہیں - "بہار ریاستی اردو کانفرنس" کے کامیاب اجلاس ۱۲-۱۳-۱۴ مئی ۱۹۵۱ ع کو پٹنے میں ہوئے تھے اور آس میں ملک کے تمام بڑے بڑے ادیبوں اور شاعروں نے شرکت کی تھی - اب سرور صاحب نے اس کانفرنس کے اجلاس کی آنکھوں دیکھی روداد اپنے مخصوص رنگ میں ترتیب دی ہے اور "بہار ریاستی اردو کانفرنس نمبر" کے نام سے شائع کی ہے - اس نمبر [illegible] قیمت آٹھ آنے ہے - جو لوگ کانفرنس میں شریک نہیں ہوئے تھے ان لوگوں کے لئے اس کا مطالعہ مفید ہوگا۔

شاہان مغلیہ کے کتب خانے اور ان کا نظام

ایک مختصر تحقیقی مقالہ ہے جو ۱۷ مارچ ۱۹۵۱ ع کو انجمن ترقی اردو شاخ علی گڈھ کے ایک ادبی اجتماع میں پڑھا گیا تھا - اس کے مرتب حاجی محمد زبیر صاحب ہیں جو مسلم یونیورسٹی کی مشہور لائبریری کے کیٹلاگر ہیں - یہ مقالہ کتابی صورت میں شایع ہوا ہے اس کے مطالعے سے بہت سی نئی باتیں معلوم ہوتی ہیں - چار آنے میں ذیل کے پتے پر مل سکتا ہے -

محمد عزیز - فرحت منزل - بدر باغ علی گڈھ۔

باہتمام عزیز حسین منیجر نیشنل پرنٹرس کمپنی میں چھپا اور قاضی عبدالغفار صاحب پبلشر نے صدر دفتر انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڈھ سے شائع کیا -